پنجابی زبان کے سب سے پہلے صاحب دیوان صوفی شاعر بھی ہیں۔بابا فریدؒ کا صرف پنجابی کلام ہی محفوظ شکل میں ہم تک پہنچا ہے وہ بھی صرف وہی جسے بابا گرونانک نے جمع کیا اور جو سکھوں کی کتاب توحید جسے بعد میں ''گروگرنتھ صاحب'' کا نام دیا گیا میں ''شلوک بابا فرید'' کے عنوان سے شامل ہے۔(۱)

پنجابی زبان، اُردو/ہندوی کی نسبت قدیم ترین زبان ہے۔بابا فریدؒ کا کلام ملتانی پنجابی میں ہے جو اُن کے بچپن کی زبان ہے۔بابا فریدؒ پنجاب کے دوسرے علاقوں میں بھی گھومتے پھرتے رہے۔اُن کی خانقاہ میں بھی ہر زبان اور مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ آتے تھے۔ اُن کے ہاں دوسرے علاقوں میں بولی جانے والی پنجابی کے الفاظ محاورے اور معاصر برج بھاشا اور ہندوی زبان کا رنگ بھی نمایاں ہے۔

بابا فریدؒ کا پنجابی کلام جو ''گروگرنتھ صاحب'' میں شامل ہے اُسے ''بانی'' کہا جاتا ہے۔ ''گروگرنتھ صاحب'' میں ایک باب ''شلوک شیخ فرید کے'' کے عنوان کے تحت درج ہے۔(۲) ان شلوکوں کی تعداد ۱۳۰ ہے، ان میں سے ۱۸ شلوک گروصاحبان کے ہیں اور ۱۱۲ بابا فریدؒ کے ہیں۔

ان شلوکوں کے علاوہ بابا فریدؒ کے دو شبد ''راگ آسا'' اور دو شبد ''راگ سوہی'' میں پائے جاتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ظہور احمد اظہر گرنتھ میں پائے جانے والے اشعار کی تعداد ۱۱۲ اور گرنتھ سے باہر دیگر مصادر میں دستیاب اشعار کی تعداد ۸۳ (تراسی) ہے۔ اس طرح بابا فریدؒ کے کل اشعار کی تعداد اڑھائی سو کے قریب ہے۔(۳)

پروفیسر نثار احمد فاروقی ''ماہنامہ منادی نئی دہلی'' میں بابا فریدؒ کے ''گرنتھ صاحب'' میں شامل اشعار کی تعداد ایک سوتیس شلوک اور چار شبد بتاتے ہیں۔(۴)

بابا گرونانک کی وجہ سے بابا فریدؒ کا پنجابی کلام آج ہمارے سامنے موجود ہے۔ بابا گرونانک نے بابا فریدؒ کی وفات کے تقریباً ڈیڑھ پونے دوسو سال بعد ان کے پڑپوتے شیخ ابراہیمؒ سے بیاض حاصل کی تھی۔شیخ ابراہیمؒ (فرید ثانی) نے استخارہ کے بعد یہ بیاض بابا گرونانک کے

حوالے کی ۔(۵) جو بیاض شیخ ابراہیمؒ نے بابا گرونانک کے حوالے کی، وہ اصل بیاض آج معدوم ہے لیکن اُس بیاض کا کلام ''گرنتھ صاحب'' میں ''شلوک بابا فریدؒ کے''عنوان کے تحت محفوظ ہے ۔ بابا گرونانک نے جو مسوّدہ شیخ ابراہیمؒ سے حاصل کیا وہ بطور مسوّدہ تھا یا املاء کروایا گیا؟ اس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے ۔پروفیسر حمید اللہ ہاشمی لکھتے ہیں:

اگر یہ مسودہ تھا تو خط فارسی ہی میں ہوگا اور اگر املا کرایا گیا ہوگا تب بھی غالباً فارسی رسم الخط میں ہوگا کیونکہ بابا نانک ایک مدت سرکاری ملازمت میں رہ چکے تھے جہاں فارسی میں حساب کتاب رکھا جاتا تھا۔(۶)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ اصل بیاض فارسی میں ہوگی۔(۷)بابا فریدؒ کے عہد میں نہ سکھ مذہب تھا نہ ہی اُن کی گرمکھی زبان۔بابا نانک نے یہ مجموعہ اپنے جانشین گروانگدیو کے حوالے کیا۔گروانگدیو نے اُس میں اپنے ۹۳شلوک شامل کر کے اپنے جانشین گرو امرداس کے حوالے کیا۔گرو امرداس کا پوتا ساہنسار رام کاتب تھا۔گروامرداس نے اپنے پوتے سے اس کی از سر نو تالیف کروائی۔سید افضل حیدر کے مطابق اس کی دو جلدیں پٹیالہ پوتھی اور اہیا پور پوتھی کی شکل میں آج بھی محفوظ ہیں ۔(۸) جبکہ پروفیسر حمید اللہ ہاشمی کا کہنا ہے کہ غالباً یہ پہلا موقع تھا کہ بابا فریدؒ اور دوسرے صوفیاء کرام کا کلام گورمکھی میں منتقل کیا گیا۔(۹)

''گروگرنتھ صاحب'' گورمکھی رسم الخط میں ہے، اس لئے اس میں تحریر بعض الفاظ کا تلفظ ہمارے لئے آسان نہیں۔گرمکھی رسم الخط میں منتقل شدہ بابا فریدؒ کے کلام میں بعض نقائص ہیں۔ اوزان کی غلطیاں بھی ہیں۔

بابا فریدؒ نے اپنی موروثی زبان پنجابی میں یہ کلام فرمایا۔بابا فریدؒ کے آبا و اجداد ملتان کے مضافات میں رہائش پذیر تھے۔آپ کی والدہ کا تعلق بھی اسی علاقے سے تھا۔پنجابی گویا آپ کی مادری زبان تھی اس لئے آپ کا کلام ملتانی پنجابی میں ہے ۔گربچن سنگھ کے مطابق:

شیخ فرید کی زبان بنیادی طور پر ملتانی پنجابی تھی جو کہ اُن کی مادری زبان تھی ۔

اس میں عہد وسطیٰ کی ہندی یا ہندوی کی بھی خاصی آمیزش ہے جو دہلی کے
قرب وجوار میں بولی جاتی تھی اور جہاں اُنہوں نے اپنی مریدی یا خلافت کا
ابتدائی زمانہ بسر کیا تھا۔ اس زمانے کا بیشتر حصہ انہوں نے ہانسی میں گزارا تھا
جہاں ہندی سے ملتی جلتی بولی، بولی جاتی تھی ۔(۱۰)

بابا فریدؒ کو عربی، فارسی، ہندوی اور کئی دوسری علاقائی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔عربی اور فارسی اُن کی علمی اور ادبی زبان تھی لیکن وہ عام لوگوں سے اُن ہی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ پروفیسر گربچن سنگھ طالب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

اجودھن (پاکپتن) کے علاقہ میں جو لوگ بودوباش رکھتے تھے وہ اس زمانہ
میں جانگلی (جنگلی) کہلاتے تھے، سوائے اپنی روزمرہ زبان کے اور کچھ نہیں
سمجھتے تھے۔ان کو روحانی ارتقاء اور اخلاقی زندگی کے نکات کسی اور زبان میں
نہیں سمجھائے جاسکتے تھے تاوقتیکہ اُس زبان کا استعمال نہ کیا جائے جس کے
محاورہ اور الفاظ سے وہ اپنی عام زندگی میں آشنا تھے ۔(۱۱)

چنانچہ بابا فریدؒ نے بھی ایسا ہی کیا اور لوگوں کو انہی کی زبان میں شاعری کے ذریعے درس دیا۔ بابا فریدؒ کا کلام قدیم ملتانی پنجابی میں ہے۔مرورزمانہ کے سبب اُس کے بہت سے الفاظ آج کی پنجابی بولنے والوں کی سمجھ میں نہیں آتے ۔سلیم یزدانی لکھتے ہیں:

بابا فریدؒ کو مقامی زبان پر عبور حاصل تھا اور اس کے ذریعے انہوں نے اسلام
کا پیغام عام لوگوں تک پہنچایا۔ وہ برعظیم پاک وہند میں پنجابی اور اُردو کے
پہلے صوفی شاعر تھے اور اگر وہ مقامی زبان میں شاعری کی راہ نہ دکھاتے
تو پنجابی زبان مادھولال حسینؒ، سلطان باہوؒ اور بلھے شاہ جیسے عظیم شعراء سے
محروم ہوجاتی۔(۱۲)

بابا فریدؒ کی اصل بیاض یا مجموعہ کلام بابا نانک کے جانشین محفوظ نہ رکھ سکے۔ اگر وہ اُس

کی حفاظت کرتے اور معدوم نہ ہونے دیتے تو آج بہت سے سوالات کے جوابات مل جاتے ۔ ان سوالات میں سب سے اہم سوال وہ ہے جو صدیاں گزرنے کے بعد ایم ۔اے میکالف نے اپنی کتاب "The Sikh Religion" میں اٹھایا کہ یہ کلام بابا فریدؒ کا نہیں بلکہ شیخ ابراہیم (فرید ثانی) کا ہے ۔ میکالف کا بیان ہے کہ ''گرونانک ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے ۔ اس لئے اُن کی ملاقات بابا فریدؒ سے ذاتی طور پر نہیں ہوئی ۔ میکالف نے گرونانک کی سب سے پرانی جنم ساکھیوں کا حوالہ بھی دیا جس میں ان کی ملاقات شیخ ابراہیمؒ سے ثابت ہے جو بقول میکالف فرید ثانی مشہور تھے ۔ اس نے یہ بھی لکھا کہ'' غالباً (شیخ ابراہیمؒ) نے اپنے سلسلے کے بانی کا نام بطور تخلص استعمال کیا ۔(۱۴)

میکالف کے اس بیان نے کئی لوگوں کو مغالطے میں ڈال دیا اور یہ تنازعہ کھڑا ہوگیا کہ ''گروگرنتھ صاحب'' میں موجود بابا فریدؒ کا کلام، بابا فریدؒ کا ہے یا شیخ ابراہیم کا؟ اس سلسلے میں کچھ افراد میکالف سے متفق ہیں اور کچھ اُس کی تردید کرتے ہیں اور بعض کے مطابق آدھا کلام بابا فریدؒ اور آدھا شیخ ابراہیم کا ہے ۔ وہ لوگ جو میکالف سے متفق ہیں ان میں ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن، وحید احمد مسعود، خلیق نظامی، میاں اخلاق احمد قریشی، احمد حسین وغیرہ ہیں ۔ وہ لوگ جو بابا فریدؒ اور شیخ ابراہیمؒ دونوں کا کلام مانتے ہیں اُن میں ڈاکٹر سریندر سنگھ کوہلی، عبدالغفور قریشی وغیرہ شامل ہیں ۔

میکالف نے دلیل دی کہ بابا نانک اور بابا فریدؒ کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی بلکہ بابا گرونانک کی ملاقات شیخ ابراہیمؒ (فرید ثانی) سے ہوئی ۔ اس کے ثبوت میں وہ اُس ''جنم ساکھی'' کا حوالہ دیتے ہیں جس میں گرونانک کی ملاقات شیخ ابراہیمؒ سے مذکور ہے ۔ پروفیسر محمد آصف خان کے مطابق جس ''جنم ساکھی'' کا ذکر میکالف نے کیا ہے۔ اُس کے دو الگ الگ ایڈیشن اُن کے پاس ہیں ۔ ایک پراچیں جنم ساکھی، گوروسنگھ سبھا، انڈین پریس، لاہور، ۱۸۸۴ء، دوسری جنم ساکھی، فوٹو زنکوگرافی راہیں، سروے آف انڈیا، ۱۸۸۵ء ہے، اُس جنم ساکھی کے ص: ۹۳ تا ص: ۱۰۴ پر ''آسادیس'' میں شیخ فریدؒ اور گرونانک کی ملاقات کا حال بیان کیا گیا ہے ۔ اسی

طرح ص:۱۳۶ تا ۱۴۳ پر ''پٹن دیس'' میں شیخ ابراہیمؒ او ربابا نانک کی ملاقات کا حال لکھا گیا ہے ۔(۱۴) اب میکالف ایک طرف تو بابا نانک اور شیخ ابراہیمؒ کی ملاقات کو تو مانتے ہیں لیکن اُسی جنم ساکھی میں مذکور بابا فریدؒ اور بابا نانک کی دوسری ملاقات کورد کرتے ہیں۔ ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کے مطابق جنم ساکھیاں لکھنے والوں نے اپنے گرو اور مذہب کی سچائی اورعظمت ظاہر کرنے کے لئے یہ ساری ملاقاتیں بیان کیں ۔(۱۵)

میکالف کی یہ دلیل منطقی نہیں ہے کہ بابا گرو نانک کی ملاقات بابا فریدؒ سے نہیں ہوئی۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے تو شیخ ابراہیمؒ کے پاس بابا فریدؒ کا کلام اور دوسری چیزیں سجادہ نشیں ہونے کی حیثیت سے نسل در نسل منتقل ہونے کی وجہ سے پائی جاسکتی ہیں۔ اگر اُن کا اپنا کلام ہوتا تو شیخ ابراہیمؒ کو استخارہ کرکے بابا فریدؒ سے اجازت کی ضرورت نہ ہوتی ۔میکالف کا یہ قیاس کہ شیخ ابراہیمؒ نے اپنے سلسلہ کے بانی کا نام بطور تخلّص استعمال کیا میکالف کا محض قیاس ہی ہے کیونکہ شیخ ابراہیمؒ نے کہیں بھی ''فرید'' لقب یا تخلّص استعمال نہیں کیا۔ بقول بلونت سنگھ آنند سکھ گروؤں کے برخلاف صوفی حضرات اپنے پیر کا نام بطور تخلّص استعمال نہیں کرتے ۔(۱۶)

میکالف کا یہ بھی ماننا ہے کہ بابا فریدؒ نے ۱۲ سال ریاضت میں گزارے اور چلّہ معکوس جو بابا فریدؒ سے منسوب ہے، کا ذکر بھی کرتا ہے ۔اس ریاضت کے دوران بابا فریدؒ کے سر پر پرندوں نے گھونسلے بنادیے اور اس شعر کا ذکر کرتے ہیں:

فریدا تن سُکا، پنجر تھِیا ، تلیاں کھونڈیں کاگ
اجے س رَب نہ بُوہڑیو ، دیکھ بندے کے بھاگ

اسی طرح ریاضت کے دوران پیٹ پر باندھنے والی لکڑی کی روٹی کا ذکر کرتے ہیں اور اس شعر کا بھی:

فریدا روٹی میری کاٹھ کی، لاون میری بھکھ
جیہناں کھادی چوپڑی ، گھنے سہن گے دُکھ

دونوں شعروں کو وہ شیخ ابراہیمؒ کے شلوک قرار دیتے ہیں لیکن پہلے شعر میں بھی واقعہ کا بابا فریدؒ کے ساتھ گزرنا اور دوسرے شعر میں کاٹھ کی روٹی سے مراد وہ روٹی قرار دیتے ہے جو بابا فریدؒ کے مزار پر موجود ہے۔ گویا میکالف صاحب کے اپنے بیانات میں تضاد پایا جاتا ہے اشعار کو تو شیخ ابراھیمؒ سے منسوب کرتے ہیں اور ان میں بیان کردہ واقعات کو بابا فریدؒ سے، اس لئے میکالف صاحب کی بات کو بنیاد بنا کر بابا فریدؒ کے پنجابی کلام کو شیخ ابراہیمؒ کا کلام ماننے والوں کی کوئی دلیل معتبر نہیں رہتی۔ بلونت سنگھ آنند لکھتے ہیں:

> میکالف کے مطابق "شیخ برہم (ابراہیم) عظیم اولیاء اللہ کی فہرست میں ایک نمایاں مقام کے مالک ہیں۔ انہیں بہت سے لقب دیے گئے ہیں۔ جیسے فرید ثانی یا فرید دوئم، ثالث فرید یا فرید فیصلہ کن، شیخ برہم کلاں، بالا راجا، شیخ برہم صاحب اور شاہ برہم۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ ایسے اُونچے اُونچے خطابوں والے شخص کا صوفیت کی ادبی تاریخ یا پنجابی زبان کے مسلمان شعراء کے قلمی آثار میں کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ فرید گنج شکر کو بحیثیت شاعر اور ولی اللہ کے بے انتہا خراج عقیدت پیش کئے گئے ہیں۔ (۱۷)

ڈاکٹر لاجونتی رام کرشن سالوں بعد ۱۹۳۸ء میں اور میاں اخلاق احمد ۲۰۰۰ء میں میکالف کی تائید کرتے ہیں اور میکالف ہی کے دلائل دیتے ہیں۔ (۱۸) میاں اخلاق احمد تو میکالف اور جے۔ ایس۔ مدن کی پنجابی صوفی شعراء کا حوالہ دیتے ہیں۔ لاجونتی رام کرشن اپنی کتاب "Punjabi Sufi Poets" میں میکالف کی دلیل کو کمزور بھی مانتی ہیں اور ساتھ ہی میکالف سے اس بات پر متفق ہیں کہ یہ شلوک شیخ ابراہیمؒ کے ہیں۔ (۱۹)

لاجونتی رام کرشن مندرجہ ذیل شعر ثبوت کے طور پر پیش کرتی ہیں:

شیخ حیاتی جگ نہ کوئی تھر رہیا!!!
جس آسن ہم بیٹھے کیتی بیس گیا

لاجونتی صاحب کے خیال میں اس میں شیخ ابراہیمؒ نے اپنے بزرگوں یعنی بابا فریدؒ کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ اگر ایسا ہے تو خود بابا فریدؒ بھی تو اپنے بزرگوں، خاص طور پر اپنے مرشد اور مرشد کے مرشد کی طرف اشارہ کرسکتے ہیں۔ ایک اور قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اتنے شلوکوں میں سے لاجونتی کرشن کو ایک ہی شعر ملا۔ اس کے اگلے پچھلے اشعار اور اُن کا پس منظر بھول گئیں۔

خلیق نظامی مرحوم نے بھی اپنی کتاب ''دی لائف اینڈ ٹائمز آف بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ'' میں تحریر کیا ہے کہ ان شلوکوں کا لسانی تجزیہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان میں جو امثال اور محاورات استعمال کئے گئے ہیں وہ بابا فریدؒ کے زمانے کے بہت بعد کے ہیں جو تخلص ان شلوکوں میں استعمال کیا گیا، وہ فرید ہے اور بابا صاحبؒ کبھی اپنا حوالہ دیتے تو مسعود کہتے، فرید نہیں۔ اس کے ساتھ ہی خلیق نظامی یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان شلوکوں میں بابا فریدؒ کے روایتی ارشادات اور آپ کی ریاضت ومجاہدہ کے واقعات کا حوالہ بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ پھر لکھتے ہیں کہ شیخ ابراہیمؒ جو بابا گرونانک کے ہم عصر تھے غالباً ان شلوکوں کے اصل مصنف ہیں اور انہوں نے اپنے بزرگوں کے اقوال کو اپنے شلوکوں میں بیان کیا۔(۲۰)

خلیق احمد نظامی مرحوم نے اپنی کتاب ''دی لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فریدؒ'' میں بابا فریدؒ کے سجادہ نشینوں کی فہرست دی ہے جس میں ۲۵ نام تحریر کئے ہیں۔ ان میں ۱۲نمبر اور ۱۵نمبر پر شیخ ابراہیمؒ کے نام تحریر ہیں لیکن کہیں بھی فرید ثانی تحریر نہیں۔(۲۱)

بعد میں خلیق نظامی مرحوم نے بھی تسلیم کرلیا تھا کہ یہ کلام شیخ ابراہیمؒ کا نہیں بلکہ بابا فریدؒ کا ہے ۔ اس کا ذکر لاہور میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنس (جو بابا فریدؒ کے آٹھ سوسالہ جشن ولادت کے سلسلے میں منعقد کی گئی)۔(۲۲) میں اُس وقت کے ''بابا فرید میموریل سوسائٹی پٹیالہ'' کے جنرل سیکرٹری پروفیسر وگروچرن سنگھ نے اپنے مقالہ میں اس طرح کیا کہ جب ۱۹۷۳ء میں بابافریدؒ کے حوالے سے انٹرنیشنل سیمینار رہوا۔تو اُس میں ساری دُنیا سے سکالر اکٹھے ہوئے۔ سکھوں میں سے جودھ سنگھ، پریتم سنگھ (پروفیسر)، ڈاکٹر عطر سنگھ، پروفیسر طالب، خشونت سنگھ اور

دوسرے لوگوں نے مضامین پڑھے ۔ ان سکالرز نے ایک ہی بات دلائل کے ساتھ ثابت کی کہ یہ کلام بابا فریدؒ کا ہی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ چار ماہ پہلے مجھے خلیق احمد نظامی کا ایک خط ملا جس میں انہوں نے اعتراف کیا کہ مجھے اس انٹرنیشنل سیمنار میں اور آپ سے نئی گواہی ملی ہے جس کی بنیاد پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ کلام واقعی بابا فرید گنج شکرؒ کا ہے ۔(۴۳)

خط انگریزی میں تھا لیکن کیونکہ مقالہ پنجابی میں تھا اور پروفیسر کورچرن نے خط بھی پنجابی میں سنایا جو درج ذیل ہے:

> ایہہ چیز میں تہاڈے سامنے پیش کرنا چاہندا ہاں میرا پرچہ وی ایہوی کہ ہن ایہدے اتے مہر لگائی ہے کہ جو کلام اج اتھے لکھیا ہویا ہے گاندے ہاں، پڑھدے ہاں، پیار کردے ہاں اوہ واقعی بابا فرید جی گنج شکر دا ہے ایہدے وچ کوئی شک نئیں پر اک نال لگدی گل ہور میں کہنا چاہناں ہاں کہ ایہہ کلام صرف گروگرنتھ صاحب وچ ملدا اے ۔ حالانکہ بابا فرید جی دے نام لیوا ساری دنیا وچ پھیلے ہوئے نیں پر کسے کول نیا پرنیا ریکارڈ بابا جی دے کلام دائیں ہے ۔ سوائے گروگرنتھ صاحب دے کلام دائیں ہے ۔ سوائے گروگرنتھ صاحب دے سوا ایہہ وجہ ہے جس کرکے اسی بابا فرید جی نال جڑے ہوئے ہاں ۔(۴۴)

پروفیسر کورچرن سنگھ نے اپنے مقالہ میں ڈاکٹر کالا سنگھ کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ڈاکٹر کالا سنگھ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کلام بابا فریدؒ کا ہے وہ اس لئے کہ اگر یہ شیخ ابراہیمؒ کا ہوتا تو جس طرح گرونانک کے بعد دوسرے، تیسرے، چوتھے گرو ہوئے ان کے سامنے گرو ارجن دیو نے لکھا ہے کہ یہ بانی کس کی ہے ۔ صاف طور پر لکھا ہے کہ پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، پانچواں ۔ جس کی بانی ہے اُس کے آگے لکھ دیا کہ فلاں کی ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ لکھ دیتے کہ بابا فرید ثانی کی ہے ۔(۴۵)

بابا فریدؒ کی شاعری کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ عربی اور فارسی پر عبور رکھتے تھے پھر پنجابی میں شاعری کیسے کر سکتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بابا فریدؒ کی علمی و ادبی زبان فارسی و عربی تھی لیکن عوام الناس سے وہ اُن ہی کی زبان میں بات کرتے تھے تا کہ وہ اُن کا مدعا آسانی سے سمجھ جائیں۔ پنجابی اُن کی مادری زبان تھی ۔ ایسی کتابوں میں جو شیخ ابراہیمؒ سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ بابا فریدؒ کے پنجابی اشعار پائے جاتے ہیں۔ سیرُ الاولیاء میں جو شیخ ابراہیمؒ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے لکھی گئی ۔ بابا فریدُ کا درج ذیل شعر رقم ہے ۔

کت نہوتیں کارڑی تا کاں ہت مناں

بس کندے مدہن گرہوریں لہہ کہا!

پروفیسر نثار احمد فاروقی نے اپنے مضمون ''حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ'' میں شمائل الاتقیاء (جو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ بُرہان الدین غریبؒ کی فرمائش پر ۷۳۴ھ میں لکھی گئی) کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ شمائل الاتقیاء میں بابا فریدؒ کے دوہے کی ایک پنکتی ملتی ہے:

جس سائیں جاگتا سو کیوں سووے سکھ

بعض نسخوں میں یوں ہے:

جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سووے داس (۲۶)

اسی مضمون میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ بابا صاحبؒ نے روحانی واخلاقی تعلیم کے لئے شاعری اور اپنی علاقائی بولی کا استعمال کیا بلکہ عوام کو عربی الفاظ کے بجائے پنجابی زبان میں ذکر جہر کی تلقین بھی کی۔ بہت سے قدیم مصادر سے ''ذکر ہندوی خاصہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ'' کا تذکرہ ملتا ہے ۔ انہوں نے پنجابی میں یک ضربی ،دوضربی ، سہ ضربی ، پنج ضربی ذکر کی تعلیم دی مثلاً

اتھے تُوں، اتھے توں، توں ہی توں

ایہہ وَل توں، اوہ وَل تو، توں ہی توں(۲۷)

پنجابی میں بابافریدؒ کے ذکر کا تذکرہ شیخ محمد غوث نے اپنی کتاب ''جواہرخمسہ'' میں کیا۔

بندگی حضرت قطب الاقطاب حضرت شیخ فرید گنج شکرؒ قدس اللہ سرہ ذکر

بزبان ہندی وضع فرمودہ اند دریابد بدہمن سند:

اہونہ تُون، اُہونہ تُوں، اہونہ تُو ں، اِسہیں نہ تُوں (۲۸)

علی اصغر چشتی نے ''جواہر فریدی'' میں بابافریدؒ کا ایک دوہا تحریر کیا۔ ''جواہر فریدی''

۱۰۳۳ھ میں لکھی گئی۔ دوہا درج ذیل ہے:

فریدا دھڑ سُولی، سر پنجرے ، تلیاں ٹُکس کاگ

رب اجیوں نہ باہڑے تو دھن ہمارے بھاگ (۲۹)

گروگرنتھ شلوک ۹۰ میں اس طرح ہے:

فرید تن سکا پنجر تھیا، تلیاں کھونڈیں کاگ

اجے س رب نہ بوہڑیو، دیکھ بندے کے بھاگ

میر عبدالواحد بلگرامی نے ''سبع سنابل'' میں بابافریدؒ کے دو دوہے پنجابی میں لکھے اور پھر اُن کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ سبع سنابل ۹۶۹ھ/۱۵۶۱ء میں لکھی گئی۔ جب شیخ ابراہیمؒ خورد سال تھے۔ وہ پنجابی اشعار درج ذیل ہیں:

ٹوپی لیندی باوری دیندہ کہری طلخ

چوہا کڈہ نمانوے پچھے بندھتے چھج

مناں من منائیاں سرمٹی کیا ہوی

کتنیں بھیڈاں ملیاں سرگ نہ لدھی کوی (۳۰)

ان سب دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ بابافریدؒ نے پنجابی میں بھی شاعری کی اور اسے لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لئے استعمال کیا۔ یہ حیرت کی بات نہیں کہ بابافریدؒ نے پنجابی میں شاعری کی۔ انہوں نے بچپن اور لڑکپن ملتان اور اُس کے نواح میں گزارا، اسی لئے اُن کے کلام

میں ملتانی پنجابی کا رنگ نمایاں ہے ۔ انہوں نے اپنے ماحول سے تشبیہات اور استعارے اخذ کر کے اشعار میں استعمال کئے ۔اجودھن تہذیبی مراکز سے دور ایک پس ماندہ قصبہ تھا۔ بابا فریدؒ نے اُن اَن پڑھ اور اجڈ لوگوں کی تعلیم وتربیت عام فہم زبان اور میٹھے انداز میں کی اور اُن لوگوں کی روزمرہ زندگی ، مشاغل اور مشاہدوں سے حاصل ہونے والے استعارے استعمال کیے ۔ وہ ایسے دلنشین انداز میں تلقین کرتے کہ ایک اَن پڑھ اور اجڈ انسان بھی ان کا مفہوم سمجھ جاتا ۔ بابا فریدؒ کے اسلوب اور انداز بیان کی اُن کی حیات مبارک میں کئی مثالیں ملتی ہیں۔ اکثر تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ فریدؒ کے کلام کی زبان آج کے ملتان کی مقامی بولی سے مشابہت رکھتی ہے۔جعفر قاسمی،ممتاز دانشور جناب مسعودحسن شہاب کی کتاب ''خطہ پاک اُچ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> Mr. Shihab is apparently on sure ground when he says that there is affinity between the Multani dialect used by Shaikh Frid and that spoken at present by the people of Uch, where the Shaikh stayed for a while to complete his "Chilla-i-Maakus (۳۱)

جہاں تک لسانی تجزیہ سے یہ بات سامنے آنے کا تعلق ہے کہ شلوکوں کی زبان وہ نہیں جو بابا فریدؒ کے زمانے میں تھی اور یہ کہ ان میں عربی اور فارسی مصادر پائے جاتے ہیں تو یہ بھی کوئی تعجب کی بات نہیں ۔ بابا فریدؒ عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے اور اُن الفاظ کا پنجابی شاعری میں مستعمل ہونا ناممکن نہیں بلکہ عین فطری امر ہے ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مرور زمانہ سے یہ کلام نسل درنسل زبانی منتقل ہونے سے ان کی زبان میں کچھ ترمیم ہوگئی ہو۔انہیں فارسی رسم الخط سے گورمکھی رسم الخط میں تبدیل کرتے وقت روزمرہ محاورہ کی رو سے جدید کردیا گیا ہولیکن ان سب شلوکوں میں اندازبیان،مضامین اور اسلوب ایک جیسا ہی رہا۔

گرو ارجن دیو نے جب گرنتھ کی تدوین کی تو اس میں بہت احتیاط برتی ۔انہوں نے بابا فریدؒ کے سارے کلام کو گرنتھ میں شامل نہیں کیا نہ ہی ''جگتوں''میں سے کسی پورے کلام کو گرنتھ

صاحب میں شامل کیا۔ بقول بلونت سنگھ آنند:

ان کا مزاج انتخابی تھا۔ ہوسکتا ہے وہ اس بارے میں تسلی واطمینان چاہتے ہوں کہ جو کلام شامل کیا جائے وہ اُنہی لوگوں کا ہو جن سے منسوب ہے۔ یہاں تک کہ سکھ مذہب کے بانی گرو نانک بابا کے بھی بعض شلوک گرنتھ میں شامل نہیں کئے گئے۔ ''بھگتوں'' میں سے بھی چند کا انتخاب کیا۔ بھگتی تحریک کے کچھ اہم ''بھگتوں''، مثلاً تلسی داس، میرابائی وغیرہ کی تصانیف کو گرنتھ صاحب میں شامل نہیں کیا۔(۳۲)

گرونانک کی وجہ سے بابافریدؒ کا پنجابی کلام محفوظ ہوگیا۔ فارسی اور عربی کلام بھی کسی ''گرونانک'' کی وجہ سے محفوظ ہوسکتا تھا۔ باباگرونانک نے صرف پنجابی کلام اس لئے منتخب کیا کہ وہ عوامی بولی میں تھا۔ بقول گربچن سنگھ طالب:

گرونانک کو شیخ فریدؒ کا جو بھی عارفانہ کلام عوامی زبان میں ملا انہوں نے حاصل کیا۔ فارسی وعربی جیسی عالمانہ زبانوں میں جو کچھ انہوں نے لکھا تھا گرونانک کے لئے زیادہ کارآمد نہ تھا کیونکہ وہ دینیات یا فلسفہ کے اصولوں کی تدوین نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ اُن کے پیش نظر ایسا مجموعہ مرتب کرنا تھا۔ جو انسانوں کے لئے امن وسکون کا باعث ہو۔ گرونانک کے اردگرد کی دنیا میں نفرت و جہالت ظلم و تعدی اور تعصب پھیلا ہوا تھا۔ ایسے ماحول میں عالم انسانیت کو ایک حقیقی مذہب اور پاک دلی کا تصور عطاء کرنے کے لئے گرونانک نے ان تمام وسائل سے کام لیا جو ان کے ہاتھ آسکے اس مقصد کے لئے ایسی زبان کا استعمال ضروری تھا۔ جسے عام لوگ سمجھ سکیں۔صوفیوں اور سنتوں نے علماء کے برعکس ایسی زبان اپنی تعلیمات کے لئے استعمال کی جسے عوام سمجھ سکتے تھے۔(۳۳)

مزید لکھتے ہیں:

شیخ فرید کے کلام کا بابا گرونانک اور اُن کے جانشینوں نے بڑا گہرا مطالعہ کیا۔ جس کا ثبوت وہ الحاقی اضافے تشریحی حاشیے اور تحسینی کلمات ہیں جو بطور ضمیمہ شیخ فریدؒ کی بانی کے بعض حصوں پر ان سب لوگوں نے لکھے۔(۴۴)

بابا فریدؒ کے اس کلام کو مقدس کلام کا درجہ دیا گیا اور بابا گرونانک کے ماننے والے بڑے احترام سے اس کا پاٹھ کرتے ہیں اور احترام کرتے ہیں۔ بلونت سنگھ آنند :

گرو ارجن دیو نے ''گروگرنتھ صاحب'' کی تدوین کے وقت مشہور علماء کا انتخاب کیا مثلاً بھائی گرداس، بھائی سنت رام، بھائی ہریا اور بھائی سکھا۔ ان لوگوں نے ''گربانی'' کا گہرا مطالعہ کیا اس لئے وہ اس میں کسی غلطی کو روا نہ رکھ سکتے تھے۔ گروگرنتھ میں ہر ٹکڑے کے مصنف کا نام صاف صاف لکھا ہے۔ اگر ان شلوک میں سے فرید ثانی کسی کے مصنف ہوتے تو گرو ارجن دیو کے لئے اُن کا نام دینا مشکل نہ تھا۔ وہ خود بھی اعلیٰ پائے کے شاعر اور عالم تھے۔ انہوں نے ہر ممکن موجود ماخذ کا استعمال کیا تاکہ متن کی صحت برقرار رہے اور بانی کے مصنفین کا نام بھی صحیح ہو۔ جب گرو ارجن دیو جیسا عالم ان شلوک کو بابا فریدؒ کا کلام تسلیم کرتا ہے اور لکھتا ہے تو شک کی گنجائش نہیں رہتی۔(۴۵)

قابل غور بات یہ ہے کہ بابا فرید گنج شکرؒ کے سجادہ نشینوں کی فہرست میں شیخ ابراہیمؒ بارھویں ہیں اور شیخ ابراہیمؒ (دوم) پندرھویں سجادہ نشین ہیں۔ اس فہرست میں کہیں بھی ان دونوں کے ناموں کے ساتھ ''فرید ثانی'' کا لقب استعمال نہیں ہوا، سوائے گلزار فریدی جو شیخ ابراہیمؒ بن شیخ محمدؒ کے وصال کے ساڑھے تین سو سال بعد پیر محمد حسین چشتی پاکپتنی نے ۱۳۰۱ھ میں تالیف کی۔

اس میں انہوں نے شیخ ابراہیمؒ کو شاہ برہم، شیخ برہم اور ثانی فرید کے القابات سے نوازا۔

بابا فرید گنج شکرؒ کا شاعر ہونا سیر الاولیاء جیسے مستند حوالے سے ثابت ہے۔ سیر الاولیاء، جواہر فریدی، جواہر خمسہ، شمائل الاتقیاء، جو شیخ ابراہیمؒ کی پیدائش سے پہلے لکھی گئیں، سے بھی ثابت ہے اور شیخ ابراہیمؒ کی خوردسالی کے وقت کی لکھی گئی کتاب ''سبع سنابل'' میں بھی بابا فریدؒ کے اشعار ملتے ہیں لیکن شیخ ابراہیمؒ کا بحیثیت شاعر تذکرہ کہیں نہیں ملتا سوائے گلزار فریدی کے اس جملے ''کلام آپ کی اور کلام بابا فرید صاحب...''

بقول پروفیسر حمید اللہ ہاشمی، شیخ ابراہیمؒ شاعر نہیں تھے۔ اُن سے صرف ایک ''نصیحت نامہ'' منسوب کیا جاتا ہے جبکہ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی حیات مبارک میں کئی ایسی مثالیں ہیں جن میں اُنہیں اُن کے مرشد، دوست، ہم عصر اور خلفاء ''فرید'' کے لقب سے مخاطب کرتے تھے۔ مثلاً بختیار کاکیؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ آپ کو ''بابا فرید'' کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ (۳۶) بدر الدین غزنویؒ نے بابا فریدؒ کے نام خط میں لکھے گئے اشعار میں آپ کو اس طرح مخاطب کیا:

فرید الدین وملت یار زیرک، کہ مدحش در کرامت زندگانی

دریغا خاطرم کہ جمع داری، بمدحش کردمے گوہر فشانی (۳۷)

شیخ نظام الدین اولیاءؒ آپ کو اس طرح یاد فرماتے:

پیر ما پیرست مولانا فرید — ہیچو او درخلق مولانا فرید (۳۸)

خان خاناں بیرم خان نے آپ کو مندرجہ ذیل اشعار میں اس طرح خراج عقیدت پیش کیا اور آپ کو شیخ فرید کے لقب سے مخاطب کیا۔

کان نمک وگنج شکر شیخ فرید — گر گنج شکر کان نمک گردید

درکان نمک کرد نظر گشت شکر — شیریں تر ازیں کرامتے کس نشنید (۳۹)

میر خورد کرمانی نے سیر الاولیاء میں آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔

شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز...(۴۰)

میر خورد کرمانی سیر الاولیاء میں کسی بزرگ کا بابا فریدؒ کی شان میں لکھے گئے قصیدے کے اشعار کا ذکر کرتے ہیں جن میں بابا فریدؒ کو فرید لقب سے مخاطب کیا گیا۔شعر درج ذیل ہے:

اَلْبَدْرُ یَطْلَعُ مِنْ فَرِیْدِ جَبِیْنِهٖ
وَالشَّمْسُ تَغْرُبُ فِیْ شَقَائِقِ خَدِّهٖ
مَلِکُ الْجَمَالِ بِاَسْرِهٖ فَکَاَنَّمَا
حُسْنُ الْبَرِیَّۃِ کُلِّهَا مِنْ عِنْدِهٖ (۴۱)

ترجمہ: بابا فریدؒ کی پیشانی سے چودھویں کا چاند نمودار ہوتا ہے۔ اور آپ کے چہرے کی سرخی میں سورج غروب ہوتا ہے۔ وہ حسن کے بادشاہ ہیں۔ ساری کائنات اُن سے حسن حاصل کرتی ہے۔غرض یہ کہ بابا فریدؒ کو فرید کے لقب سے متعدد جگہوں پر مخاطب کیا گیا جو قدیم ترین مآخذوں سے ثابت ہے۔ اس ساری بحث سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ صاحب گلزار فریدی کے رقم شدہ لقب ''فرید ثانی'' کو بنیاد بنانے والے اگر اُن کے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی اور مستند حوالہ ہوتا جو شیخ ابراہیمؒ کے زمانے کے قریب ترین ہوتا تو وہ اُس کا حوالہ دیتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر گلزاری فریدی کے حوالے سے ''فرید ثانی'' کو مان بھی لیا جائے تو اُس میں یہ ہرگز درج نہیں کہ وہ کلام شیخ ابراہیمؒ (فرید ثانی) کا ہے بلکہ ''گلزار فریدی (اُردو)'' میں درج ہے:

> ''بابا نانک صاحب نے عرض کی ہم نے ایک کتاب تلقین کے واسطے جمع کر کے خدمت آپ کی میں لایا ہوں کہ کلام آپ کی اور کلام بابا فرید صاحب کی حسب الارشاد آپ کے۔کتاب موصوف میں پہلے درج کی جاوے''۔(۴۲)

سب سے بڑھ کر اگر یہ طے ہے کہ شیخ ابراہیمؒ کا لقب فرید ثانی تھا ہی نہیں تو بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان اشعار میں استعمال ہونے والا تخلص ''فرید'' بابا فرید گنج شکرؒ کا ہے اور یہ کلام بھی آپ ہی کا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بابا فرید گنج شکرؒ کا کلام اور دیگر متبرکات اور اشیا نسل در نسل شیخ ابراہیمؒ تک پہنچیں اور بابا نانک نے شیخ ابراہیمؒ سے ملاقات کے بعد اُن کے پنجابی کلام

کو اپنی کتاب میں شامل کرنے کی اجازت چاہی ۔ بابا فریدؒ کا فارسی اور دیگر زبانوں کا کلام بابا نانک کو مطلوب نہیں تھا، اس لئے آج وہ ہمارے سامنے محفوظ شکل میں نہیں ۔

بابا فریدؒ کے کلام کے مضامین، استعارے اور تشبیہات اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بابا فریدؒ کے ذاتی تجربات کا نچوڑ اور اُن کی حیات مبارک سے وابستہ واقعات کے متعلق ہیں۔ بابا نانک کے ساتھ ساتھ ہمیں شیخ ابراہیمؒ کا بھی ممنون ہونا چاہیے کہ اُن کی وجہ سے اور ان کے ذریعہ بابا فریدؒ کا پنجابی کلام ہمیں محفوظ شکل میں ملا۔

آج سکھ مذہب کے پیروکار بابا فرید کے کلام کو اُسی احترام سے پڑھتے اور مقدس مانتے ہیں جس طرح اپنے گروصاحبان کے کلام کو۔ بقول گربچن سنگھ:

> ہر لفظ جو گرنتھ صاحب میں شامل ہے۔ چاہے وہ کہیں سے بھی اخذ کیا گیا ہو گرو کے فرمان کے مطابق یکساں تقدس کا حامل ہے اور اُس کا احترام لازمی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ کبیر، روی داس، نام دیو، فرید یا کسی بھی درویش کی مناجات جب پڑھی یا غنا کی جاتی ہیں تو اس وقت کوئی بھی سکھ اُس مقام سے بلند مقام پر نہیں بیٹھ سکتا جہاں وہ پڑھی یا غنا کی جا رہی ہو۔(۴۳)

آٹھ سو سالہ جشن ولادت بابا فرید عالمی کانفرنس کے موقع پر اس وقت کے بھارتی پارلیمنٹ کے رُکن بھائی شمندر سنگھ نے کہا کہ ہمارے گھروں میں شادی ہوتی ہے یا بچہ جنم لیتا ہے۔ ہر خوشی وغم کے موقع پر ہم گروگرنتھ کے سامنے ماتھا ٹیکتے ہیں، پاٹھ کرواتے ہیں تو یہ ماتھا کس کے آگے ٹیکتے ہیں؟ بابا فرید کے آگے ۔اُن کے شلوکوں کے آگے۔ دُکھ سُکھ کے وقت انہیں گرو مانتے ہیں کیونکہ اُن کا کلام گروگرنتھ صاحب میں موجود ہے۔(۴۴)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بابا گرونانک جو شیخ ابراہیمؒ کے ہم عصر تھے اور اُن کی شیخ ابراہیمؒ سے ملاقات بھی ثابت ہے۔ اگر یہ کلام شیخ ابراہیمؒ (فرید ثانی) کا ہوتا تو بابا گرونانک، بابا فریدؒ کے نام کے بجائے ’’فرید ثانی‘‘ لکھتے کیونکہ یہ دعویٰ کرنے والے کہ یہ کلام بابا فریدؒ کا نہیں

بلکہ شیخ ابراہیم فرید ثانی کا ہے ۔اسم ''فرید ثانی'' استعمال کرتے ہیں صرف ''فرید'' نہیں جس سے کہ یہ مغالطہ ہو سکے کہ اس سے مراد شیخ ابراہیم فرید ثانی ہیں ۔

بہر حال اختلافات اپنی جگہ لیکن بابا فریدؒ جیسی عالم فاضل اور حساس شخصیت جن سے یہ ثابت ہے کہ وہ اکثر وبیشتر اشعار پڑھا کرتے تھے اور سیرُ الاولیاء جیسی مستند کتاب اس کی مثالیں پیش کرتی ہے، سجدے میں بھی اُن کا وجد میں شعر پڑھنا ثابت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بابا فریدؒ نہ صرف شاعر تھے بلکہ صوفی شاعر تھے۔ وہ ہر انسان سے اُس کی قابلیت اور فہم کے مطابق بات کرتے اور انہوں نے تبلیغ دین کے لئے بھی اُن لوگوں کے ماحول کے مطابق زبان استعمال کی ۔صوفیاء نے اپنا پیغام شاعری کی صورت میں بھی لوگوں تک پہنچایا ہے ۔بابا فریدؒ کے ہم عصر لال شہباز قلندرؒ اور عراقیؒ عظیم شاعر بھی تھے ۔جلال الدین رومیؒ بھی اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

شاعری کے ذریعے وسیع مفہوم چند الفاظ میں سما جاتا ہے اور یاد کرنے میں بھی سہولت ہوتی ہے ۔ اتنی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ ایک ناخواندہ اور ان پڑھ انسان بھی دوہے، ماہئے وغیرہ زبانی یاد رکھتا ہے اور سمجھتا بھی ہے ۔ اگر صوفیاء نے بھی اصلاح ونصیحت کے لئے شاعری کا سہارا لیا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں انسانی فطرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تبلیغ دین اور اصلاح کے لئے ایسا کرنا یعنی انسانی فطرت کو پیش نظر رکھنا قانون قدرت بھی ہے۔

بابا فریدؒ نے فارسی ،عربی ، اُردو اور پنجابی میں شاعری کی یعنی وہ کثیر الالسنہ شاعر تھے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کا کلام محفوظ نہیں ہو سکا اور اُن کا پنجابی کلام گرو نانک کی گرنتھ میں محفوظ ہو گیا۔

ایسا انسان جو خلق خدا کے لئے نرم گوشہ رکھتا ہو۔اُن کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتا ہو اور پھر ایک زبان میں شعر کہنے والا اگر اُسے دیگر زبانوں پر عبور حاصل ہو تو کیسے ممکن ہے کہ لطیف احساسات رکھنے والا ایک انسان صرف ایک ہی زبان میں شاعری تک خود کو محدود رکھے۔

یہ محسوسات، تجربات اور مشاہدات اُس سے کسی بھی وقت، کسی بھی زبان میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔

اس ساری بحث اور دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کلام بغیر کسی شک وشبہ کے بابا فرید گنج شکرؒ کا ہے شیخ ابراہیمؒ کا نہیں۔

☆☆☆☆☆

کتابیات و حواشی

(۱) بابا گرونانک نے صوفی شعراء کا عارفانہ کلام جمع کرتے وقت اپنے مطلوبہ مجموعہ اشعار کے لئے یہی لفظ استعمال کیا کیونکہ وہ توحید ربانی کے سچے پیروکار تھے۔ اظہر، ظہور احمد (ڈاکٹر)، معارف فریدیہ، ص:۳۰

(۲) پروفیسر حمید اللہ ہاشمی نے اپنی کتاب ''کلام بابا فریدؒ'' کے حاشیہ میں کاہن نابھ سنگھ کی کتاب ''مہان کوش'' کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ حمد وثناء والے اشعار کو ''شلوک'' کہا جاتا ہے۔

ہاشمی، حمید اللہ (پروفیسر)، کلام بابا فرید، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۴ اگست ۱۹۹۴ء، ص:۱۳

محمد آصف خان، آکھیا بابا فرید نے، طبع اول، الکتاب پرنٹرز لاہور، دسمبر ۱۹۷۸ء، ص:۱۲۳۔

(۳) اظہر، ظہور احمد (ڈاکٹر)، معارف فریدیہ، ص:۳۴-۳۵۔

(۴) نثار احمد فاروقی (پروفیسر) ''حضرت بابا فریدُالدین مسعود گنج شکرؒ، ماہنامہ منادی، ج۴۲، شمارہ ۸، نئی دہلی۔

(۵) اظہر، ظہور احمد (ڈاکٹر)، معارف فریدیہ، ص:۳۰۔

(۶) ہاشمی، حمید اللہ (پروفیسر)، کلام بابا فریدؒ، ص:۲۱۔

(۷) اظہر، ظہور احمد، (ڈاکٹر)، معارف فریدیہ، ص:۳۰۔

(۸) سید افضل حیدر، بابا نانک، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۰۵، ص:۱۹۶۔

(۹) ہاشمی، حمید اللہ (پروفیسر)، کلام بابا فریدؒ، ص:۲۱

(۱۰) گربچن سنگھ طالب، بابا شیخ فرید، ص:۴۳۔

(۱۱) گر بچن سنگھ طالب (پروفیسر)،''حضرت بابا شیخ فرید گنج شکرؒ کا کلام معرف الہٰی''ماہنامہ منادی، حضرت بابا فرید نمبر، ج:۳۹،شمارہ:۴،۵اور۶، نئی دہلی،۱۹۷۴ء،ص:۱۰۱

(۱۲)سلیم یزدانی،فکر فرید، ایجوکیشنل پریس، کراچی، ۱۹۸۵ء، ص:۱۸۵

(۱۳)ایم۔اے میکالف، "The Sikh Religion"، والیم:۶، کلیرنڈن پریس، آکسفورڈ،۱۹۰۹ء، ص:۳۵۶

(۱۴) محمد آصف خان (پروفیسر)،آکھیا بابا فرید نے،ص:۶۲

(۱۵) موہن سنگھ (ڈاکٹر)،اورینٹیل کالج میگزین، لاہور، نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۷۵

(۱۶) بلونت سنگھ آنند، بابا فریدؒ، مترجم مہر افشاں فاروقی، ص:۴۲۔

(۱۷) بلونت سنگھ آنند، بابا فریدؒ، مترجم مہر افشاں فاروقی، ص:۴۲۔

(۱۸) میاں اخلاق احمد، تذکرہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، اخلاق احمد اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص:۱۳۱۔

(۱۹) لاجونتی رام کرشن (ڈاکٹر)، پنجابی صوفی پوئٹس، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، آکسفورڈ، ۱۹۳۸ء،ص:۷۔

(۲۰) خلیق نظامی، احوال و آثار شیخ فریدالدین گنج شکرؒ، مترجم قاضی محمد حفیظ اللہ، المعارف، لاہور،۱۹۸۳ء،ص:۲۳۹۔

(۲۱) خلیق نظامی، دی لائف اینڈ ٹائمز آف شیخ فرید گنج شکرؒ، اپنڈکس ڈی (Appendix-D)، ص:۱۲۳۔

(۲۲)اس کانفرنس کی مہمان خصوصی اُس وقت کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو تھیں اور اس تقریب کے موقع پر حکومت پاکستان نے یادگاری ٹکٹ بھی جاری کیے۔

(۲۳) آٹھ صد سالہ جشن ولادت عالمی کانفرنس، (کتابی شکل)، مقالہ نگار پروفیسر گورچرن سنگھ، موضوع''کلام بابا فرید تے سری گروگرنتھ صاحب دا کیہہ تعلق اے''ناشر آغا میر حسن نفیس پرنٹرز، لاہور، جنوری ۱۹۹۲ء، ص:۲۲۷-۲۲۸۔

(۲۴) آٹھ صد سالہ جشن ولادت عالمی کانفرنس، (کتابی شکل)، مقالہ نگار پروفیسر گورچرن سنگھ، موضوع ''کلام بابا فرید تے سری گروگرنتھ صاحب دا کیہہ تعلق اے'' ناشر آغا میر حسن نفیس پرنٹرز، لاہور، جنوری ۱۹۹۲ء، ص: ۲۲۸۔

(۲۵) گروچرن سنگھ (پروفیسر)، آٹھ صد سالہ جشن ولادت عالمی کانفرنس، ص: ۲۲۷۔

(۲۶) نثار احمد فاروقی (پروفیسر)، ''حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ'' ماہنامہ منادی، ج ۹۳، ش ۸، نئی دہلی، ص: ۲۔

(۲۷) نثار احمد فارقی (پروفیسر)، مضمون ''حضرت بابا فرید مسعود گنج شکرؒ'' ماہنامہ منادی، ص: ۷۔

(۲۸) شیخ محمد غوث، جواہر خمسہ (قلمی فارسی)، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور، ۳۵۸۱/۵۵۸، ص: ۱۹۵/الف۔

(۲۹) علی اصغر چشتی، جواہر فریدی (فارسی)، وکٹوریہ پریس، لاہور، ۱۸۸۴ء، ص: ۱۸۷

(۳۰) میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۹۹ھ، ص: ۵۸

(۳۱) جعفر قاسمی، بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، المعارف مکتبہ جدید پریس، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص: ۴۳

(۳۲) بلونت سنگھ آنند، بابا فرید، ص: ۴۷

(۳۳) گربچن سنگھ طالب (پروفیسر)، بابا شیخ فرید، ص: ۸۱-۸۲

(۳۴) گربچن سنگھ طالب (پروفیسر)، بابا شیخ فرید، ص: ۸۲

(۳۵) بلونت سنگھ آنند، بابا فرید، ص: ۴۷

(۳۶) اللہ دیا چشتی، سیر الاقطاب، ص: ۱۶۴

پیر محمد حسین ''گلزار فریدی (اردو) شیخ الٰہی بخش، جلال الدین اینڈ سنز لاہور، ۱۳۰۱ھ، ص: ۴۰

(۳۶) شیخ محمد اکرام، آب کوثر، فیروز سنز، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص: ۹۴۹

امیر حسن علاء سجزی، فوائد الفواد (فارسی)، ص: ۱۵۰

(۳۸) میر عبدالواحد بلگرامی، سبع سنابل، مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۹۹ھ، ص: ۵۷

(۳۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، مجتبائی پریس، دہلی، ۱۳۰۹ھ، ص:۵۲-۵۳،

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار (اردو)، مترجم سبحان محمود، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی،

۱۹۶۸ء، ص:۱۲۰

(۴۰) میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۶۸

(۴۱) میر خورد کرمانی، سیر الاولیاء (فارسی)، ص:۶۸

(۴۲) پیر محمد حسین چشتی، گلزار فریدی (اردو)، مطبع محمدی، لاہور، ص:۹۳

(۴۳) گربچن سنگھ طالب (پروفیسر)، بابا شیخ فرید، ص:۷۹-۸۰

(۴۴) آٹھ سو سالہ جشن ولادت بابا فرید گنج شکرؒ عالمی کانفرنس، مقالہ نگار، بھائی شمندر سنگھ، ص:۱۹۱

❁ ❁ ❁

کلام بابا فریدؒ اور بابا گرونانک کی گرنتھ صاحب

ڈاکٹر عفت سلطانہ☆

Abstract:

Baba Farid Masud Ganj Shakkar (R.A) was not only the first mystic poet of the sub-continent but was also the first poet who had a complete collection of Punjabi poetry to his credit. He wrote poetry in other languages also but it was his Punjabi poetry which was included by Baba Guru Nanak in the holy book of the Sikh called "Gru Grunth Sahb" and in this way the great poetic collection of Baba Farid was passed on to us.After many centuries it became debatable that whether the poetry included in "Gru Grunth Sahb" belongs to Baba Farid or his great grand son, Shekh Ibrahim.This article is an effort to prove that the verses included in "Gru Grunth Sahb", infact belong to Baba Farid and not to his grand son, Shekh Ibrhim.

برعظیم پاک وہند میں مقبول عام سلاسل تصوف میں سلسلہ چشتیہ کو بے حد اہم اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ سرزمین پنجاب میں اس عظیم سلسلے کو رواج دینے میں حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کا دعوتی کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔ بابا فریدؒ اپنی شخصیت، سیرت، علمی کارناموں اور منفرد انداز زہد وعبادت کے ساتھ ساتھ برعظیم پاک وہند کی صوفیانہ اور عارفانہ شاعری میں بھی انفرادی حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ اس خطہ کے سب سے پہلے صوفی شاعر ہونے کے ساتھ

☆ لیکچرار شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، ایبٹ آباد